ماہیا

’ماہیا‘ پنجابی زبان کی ایک مقبول صنف ہے جو تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ماہیا لفظ ’ماہی‘ کے ساتھ الف ندائیہ ملاکر بنایا گیا ہے جس کے مرادی معنی ہیں اے ماہی، اے ساجن، اے ساتھی، اے محبوب اور اے میرے معشوق۔ پنجابی میں ’ماہی‘ چرواہے کو کہتے ہیں، بالخصوص بھینس چرانے والے کو۔ سوہنی، مہیوال کے مشہور عشقیہ قصّے کے مطابق عزّت بیگ نام کا ایک پردیسی پنجاب کے علاقے میں اپنی محبوبہ ’سوہنی‘ کی بھینس چراتا تھا اسی باعث اسے مہیوال کہا جانے لگا۔ بھینس چرانے والے کو ماہی اور ماہی کی زبان سے نکلنے والے عاشقانہ بول کو ’ماہیا‘ کہا جانے لگا۔ یہیں سے ’ماہیا‘ صنف وجود میں آئی۔ ماہیا تین مصرعوں کی نظم ہوتی ہے جن میں پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم وزن ہوتے ہیں۔ دوسرے مصرعے میں دو حرف کم ہوتے ہیں۔ جیسے:

مفعول   مفاعیلن
فاع   مفاعیلن
مفعول   مفاعیلن

اک بار تو مل ساجن
دیکھ ذرا آ کر
ٹوٹا ہوا دل ساجن

اردو میں ماہیے کو رواج دینے میں ہمّت رائے شرما، افتخار احمد اور حیدر قریشی کے نام اہم ہیں۔

© NCERT not to be republished

سانیٹ

سانیٹ چودہ مصرعوں پر مشتمل انگریزی شاعری کی ایک اہم صنف ہے جو ایک مخصوص بحر میں لکھی جاتی ہے۔ اس کے مصرعوں میں قوافی کی ترتیب مقررہ اصولوں کے تحت ایک خاص انداز میں ہوتی ہے۔ سانیٹ میں صرف ایک خیال، جذبے یا احساس کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ یہ خیال یا جذبہ اکثر نقطۂ عروج تک پہنچ جاتا ہے۔ وحدتِ خیال اور شدتِ احساس سانیٹ کے لازمی عناصر ہیں۔

سانیٹ اطالوی لفظ Sonetto سے بنا ہے جس کے معنی مختصر آواز یا راگ کے ہوتے ہیں۔ اس کا آغاز اطالوی زبان میں ہوا۔ انگریزی میں بھی اسے مقبولیت ملی۔ بعض اطالوی اور انگریزی شاعروں نے سانیٹ کے چودہ مصرعوں کو آٹھ اور چھے مصرعوں کے دو بندوں میں تقسیم کرکے لکھا ہے۔ آٹھویں مصرعے کے اختتام پر ایک وقفہ ہوتا ہے اور نویں مصرعے سے خیال کا موڑ شروع ہوتا ہے جسے گریز کہا جاسکتا ہے۔ انگریزی میں شیکسپیئر، ملٹن اور ورڈز ورتھ نے اس صنف کو خوب فروغ دیا۔ اردو میں اختر شیرانی نے اس صنف کی جانب خاص طور پر توجہ دی۔ ان کے سانیٹ کا مجموعہ 'شعرستان' ہے۔ اردو کے سانیٹ نگاروں میں عظیم الدین احمد، حسرت موہانی، اختر جوناگڑھی، ن۔م۔ راشد وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ سانیٹ کی ایک مثال:

نکل کر جوئے نغمہ خلد زارِ ماہ و انجم سے
فضا کی وسعتوں میں ہے رواں آہستہ آہستہ
یہ سوئے نوحہ آبادِ جہاں آہستہ آہستہ
نکل کر آ رہی ہے اک گلستانِ ترنم سے
ستارے اپنے میٹھے مدھ بھرے ہلکے ترنم سے
کیے جاتے ہیں فطرت کو جواں آہستہ آہستہ
سُناتے ہیں اسے اک داستاں آہستہ آہستہ
دیارِ زندگی مدہوش ہے ان کے تکلّم سے

یہی عادت ہے روزِ اولیں سے ان ستاروں کی
چمکتے ہیں کہ دنیا میں مسرت کی حکومت ہو
چمکتے ہیں کہ انساں فکرِ ہستی کو مٹا ڈالے
لیے ہے یہ تمنّا ہر کرن ان نور پاروں کی
کبھی یہ خاکداں گہوارۂ حسن و لطافت ہو
کبھی انسان اپنی گم شدہ جنت کو پھر پالے

(ن.م.راشدؔ: ستارے)

© NCERT not to be republished